ذ۔ک۔ لُدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اباجی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ وقت اور معمولات کی اتنی پابندی فرماتے کہ طویل سے طویل سفر کر کے آتے، لیکن شب و روز کی مصروفیات پھر بھی انجام دیتے۔ ایک بار ختم نبوت کانفرنس (برمنگھم) سے صبح گیارہ بجے گھر واپس تشریف لائے، ظہر کے بعد درس حدیث کے لئے جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سبق پڑھانے کے لئے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو راقمہ نے عرض کیا: اباجی آپ طویل سفر سے واپس آئے ہیں اور تھکے ہوئے بھی ہیں آرام فرمائیں اور سبق کے لئے نہ جائیں۔ فرمایا: "بیٹا! طالب علم انتظار کرتے ہوں گے۔"

شفقت کا یہ عالم تھا کہ اکثر میں رات کو اپنے اسباق کا مطالعہ کرتے کرتے سو جاتی تو کمرے میں تشریف لاتے، کتابیں ترتیب سے رکھ کر لائٹ بند کرتے، اکثر اس کا تذکرہ بھی فرماتے اور کہتے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں اٹھا ہوں اور کتاب اس کے سینہ یا منہ پر نہ پڑی ہو، مجھے اٹھا کر رکھنی پڑتی ہے، اپنی شدید مصروفیت کے باوجود پڑھائی کے سلسلے میں جب میں ان سے کچھ پوچھتی تو انتہائی سہل اور دلکش انداز میں سمجھاتے کہ مشکل سے مشکل مقام بھی ازبر ہو جاتا۔

حضرت اباجی شہیدؒ کا خط بے حد نفیس تھا اور آپ خوبصورت لکھائی کو پسند فرماتے تھے، میرے استاذ محترم فرماتے تھے کہ میں نے بہت سے مفتی حضرات کے خط دیکھے ہیں، لیکن حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کے خط جیسا خوبصورت اور نفیس خط کسی کا نہیں

دیکھا، میرے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ بھی حضرت اباجی شہیدؒ کے خط کا بطور خاص تذکرہ فرماتے اور فرماتے ہوئے یہ جملہ دھراتے کہ: "مولانا کا خط لاجواب ہے"، ایک مرتبہ چھوٹے بھائی حافظ محمد یحییٰ سلمہ کے امتحانی پرچے دیکھ کر آئے، آکر بھائی کو نہایت شفقت کے انداز سے ڈانٹا کہ اتنے اچھے پرچے کر کے آیا ہے، لیکن لکھائی بے حد خراب ہے، اس کے بعد اولیٰ کے سہ ماہی امتحان میں جب بھائی پرچے دے کر آئے تو ایک پرچہ لاکر حضرت اباجی کو دکھایا، جس پر بھائی کے استاد محترم مولانا تحسین محمود صاحب بن مولانا سحبان محمودؒ کا تعریف نوٹ درج تھا، اس نوٹ کو دیکھ کر اباجی بہت خوش ہوئے اور بھائی کو انعام دیا۔ بڑی ہمشیرہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ دروازہ پر کوئی ضرورت مند آیا تو حضرت شہید رحمہ اللہ نے اس کو گھر کی بیٹھک میں بٹھادیا، کھانا کھلایا اور اس کی ضرورت کی رقم بھی مرحمت فرمائی، اگلے دن پھر ایک اور ضرورت مند آیا، حضرتؒ نے اس کو پانچ روپے دیئے اور فرمایا کہ تین روپے واپس کرو، ہمشیرہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت اباجی سے پوچھا کہ اباجی کل جو صاحب آئے تھے، آپ نے ان کو گھر میں بیٹھایا اور کھانا بھی کھلایا اور اس کی ضرورت بھی پوری کی، لیکن آج آنے والے سے پانچ میں سے تین روپے بھی واپس لے رہے ہیں، آخر کیوں؟ فرمایا: "بیٹا کل جو صاحب آئے تھے وہ سفید پوش تھے، وہ میرے پاس بھی اپنی مجبوری کے تحت آئے تھے نہ معلوم اپنی ضرورت کے اظہار کے لئے کتنی بار مرے ہوں گے؟ کیسی شرمندگی کے ساتھ آئے ہوں گے؟ اور آج آنے والے شخص نے تو گھر گھر جاکر مانگنا ہے، یہ اس کا کام ہے۔" اللہ اکبر! انزلوا الناس منازلھم کی حدیث پر کیسا عمل تھا؟

تواضع کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے جب تک میرے شیوخ یعنی حضرت بنوریؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت عارفیؒ زندہ رہے، میں اپنے آپ کو انسان بھی نہیں سمجھتا تھا اب ان کے جانے کے بعد کچھ کچھ انسانوں میں شمار کرنے لگا ہوں اور اکثر فرماتے تھے کہ: "اپنی نفی کرو اور نفی کی بھی نفی کرو۔" اپنے اکابرین کے لئے محبت اور ادب و عقیدت حضرت اباجی شہیدؒ پر ختم تھی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے پوتے مسجد میں تشریف لائے عذر کی وجہ سے گھر نہیں آسکتے تھے، حضرت اباجی ان سے ملنے کے لئے ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اپنے ہمعصر بزرگوں کا نام اتنے احترام اور ادب

سے لیا کرتے تھے کہ سننے والا سمجھتا کہ شاید یہ اباجی کے اکابرین اور اساتذہ میں سے ہیں۔ حضرت اکثر میرے استاذ محترم حضرت مولانا نعمانیؒ کے لئے پھلوں کا ہدیہ بھجوانے کا اہتمام فرماتے، حرمین سے واپسی پر ان کے لئے نایاب کتب لے کر آتے۔ معمولات کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ شہادت سے دو سال پہلے حضرت اباجی شہیدؒ نے بہاولنگر کا پُر مشقت سفر فرمایا رات تقریباً ایک بجے راقمہ کے گھر تشریف آوری ہوئی، باجود اپنے ضعف اور تھکاوٹ کے تہجد میں معمولات پورے کئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا فرمائی، سات یوم میں قرآن کریم کی سات منزلیں پڑھنے کا معمول تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ آج تو ایک پارے کی قضا بھی ہے (جو کہ گزشتہ یوم سفر اور انتہائی مصروفیت کی وجہ سے رہ گیا تھا) اور تحدیث نعمة کے طور پر فرماتے کہ الحمدللہ! میری کبھی تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی، فرماتے کہ جب عشأ کی نماز میں مجھ پر فالج کا حملہ ہوا تو میں نے فرض اسی حالت میں مکمل کئے اس کے بعد مجھے بے ہوشی ہو گئی، ہسپتال میں داخل ہوا صبح جب ہوش آیا تو احباب فجر کی تیاری کررہے تھے، میں نے اشارے سے جماعت کروانے کو کہا تو مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی تک وتر نہیں پڑھے، اشارے سے جماعت کو موقوف کرنے کا کہا اور پہلے وتر ادا کئے اور پھر فجر کی جماعت بھی تکبیر اولیٰ سے ادا کی، الحمدللہ! اس بیماری کی حالت میں بھی میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہارے لئے جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان دعا کرتا ہوں، ایک دفعہ میں نے حضرت لباجی شہیدؒ سے عرض کیا کہ لباجی مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن آپ کی دوری اور جدائی بہت تڑپاتی ہے، مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ”بیٹا تم دور ہو، لیکن دل سے تو تم ہی قریب ہو۔“ جسمانی دوری ہے روحانی اور قلبی دوری نہیں، جس دن لباجی کو شہید کیا گیا، اسی دن بہاولپور کے سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ نے دوپہر کے وقت قیلولہ میں خواب دیکھا کہ زمین و آسمان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اور دو مختلف رنگ و لباس کے فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں اور زمین سے کسی چھوٹے سے قد کی ہلکی سی میت کو اٹھائے ہوئے ہیں اور تمام فرشتے قطار در قطار کھڑے مرحبا، مرحبا کے نعروں سے اس کا استقبال کررہے ہیں، اسی حالت میں وہ دو فرشتے اس میت کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے جارہے ہیں اور فرشتے اونچی آواز سے مرحبا مرحبا پکار رہے ہیں، بزرگ نے بیدار ہو کر اپنے احباب کو جمع کر کے کہا کہ: آج کسی بہت بڑے اللہ والے کو دنیا سے لے جایا گیا ہے، شام کو اطلاع ملی کہ حضرت کو شہید کر دیا گیا۔ اس بزرگ نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے والد بہت

بڑے اللہ والے تھے اور پھر اپنا خواب بیان فرمایا اور یہ بھی کہ اللہ رب العزت نے تین دن تک مرحبا سے ان کا استقبال کیا ہے، یہ بزرگ حضرت مولانا شمس الزماں دامت برکاتھم ہیں جو سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ ایک دفعہ حضرت شدید بیمار ہو گئے جب ٹھیک ہوئے تو میں نے کہا ابا جی آپ ہر سال بیمار ہو جاتے ہیں، فرمانے لگے کہ بیٹا میں ہر سال اپنے جسم کی زکوٰۃ دیتا ہوں، حضرت ابا جانؒ کی شہادت سے پہلے جب میں کراچی آئی تو والدہ محترمہ سے کہا کہ بار بار سفر کی مشقت برداشت نہیں ہوتی، اس لئے اب ایک سال بعد ہی آؤں گی یہ بات جب امی جان نے ابا جی سے کہی تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی مجھ سے تو سال کے درمیان ضرور مل کر جائے، چنانچہ بہاد لنگر سے ۱۹/ مئی کو میری آمد طے تھی مگر حضرت ابا جی اس کی پیشگی اطلاع کسی نے نہیں دی تھی، تاکہ انتظار کی مشقت نہ ہو، چنانچہ ۱۸/ مئی کو جب حضرت ابا جان گھر سے دفتر روانہ ہو رہے تھے تو امی جان نے حضرت سے کہا کہ کل بیٹی آرہی ہے، اس پر بہت خوش خوش فرمانے لگے اچھا! ماشاء اللہ مجھے کیا خبر تھی کہ حضرتؒ کا انتظار میری اتنی زیادہ تاخیر برداشت نہ کر سکے گا، چنانچہ مجھے اطلاع دی گئی کہ حضرت ابا جانؒ پر حملہ ہوا ہے اور شدید زخمی ہیں مجھے شہادت کی خبر نہیں دی گئی، جب کراچی ایئر پورٹ سے باہر آئی اور ہماری گاڑی حضرتؒ کی طرف روانہ ہوئی تو اس وقت میرے کانوں میں "انا للہ وانا الیہ راجعون" کی آواز آئی اور مجھے گویا یہ خبر دی جارہی تھی کہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہارے ابا جان کی شفقت سے محروم کر دیا گیا ہے، ادر جس مسکراتے چہرے کو دیکھ کر تمہارے سفر کی تھکان اتر جاتی تھی اور جس کو دیکھ کر تم سارے غم بھول جاتی تھی وہ چہرہ خون میں لت پت کر دیا گیا ہے، جس سراپا محبت باپ کے سینہ پر تم سر رکھتی، وہ سینہ اب ایک گھوارے میں تمہارا انتظار کر رہا ہے، جب میں اپنے والد کی زیارت کے لئے پہنچی تو وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہونے کے باوجود میرا انتظار کر رہے تھے اور بالکل خاموش ہونے کے باوجود فرما رہے تھے کہ بیٹی تم مجھے دل بھر کر دیکھ لو ایک سال کا وقت مجھے بہت زیادہ لگ رہا تھا، اس لئے میں نے تمہیں بہت جلدی بلایا، لیکن! افسوس بیٹی! تمہیں اب میں شاید بہت عرصہ بعد دیکھ سکوں۔ میری آنکھوں کے آنسوؤں اور میرے والد محترم کے چہرے کی مسکراہٹ کچھ دیر تک خاموش انداز میں یہ باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ سے کہہ دیا گیا کہ اب ہٹ جاؤ حضرت ابا جیؒ کو ہمیشہ کے لئے رخصت کرنے کا وقت آگیا اور پھر حضرتؒ کی تدفین کر دی گئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔